

تحقیق و تنقید

تدبرِ قرآن میں کلامِ عرب سے استشہاد

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی

قرآن کریم کی تفسیر و توجیح کے لیے جہاں بہت سے علوم سے واقفیت و استفادہ ضروری ہے، وہیں کلامِ عرب بھی ایک اہم حیثیت کا حامل ہے۔ چونکہ قرآن کریم عربوں کی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے اس کی تفسیر کے لیے ان کی زبان اور اس کی نزاکتوں پر گرفت اور دستِ رس بہت ضروری ہے۔ بہت سے مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اس پہلو کو پیش نظر رکھا ہے اور انھوں نے قرآن کریم کے غریب اور مشکل الفاظ کی عقدہ کشائی کے لیے جاہلی شاعری کا سہارا لیا ہے لیکن بعض حضرات کلامِ الہی کی تفسیر کلامِ عرب سے مناسب نہیں خیال کرتے، ان کے نزدیک یہ فواحش و منکرات کا مجموعہ ہے، عرب شعراء اپنے محبوب کی، اپنے قبائل اور گھوڑوں کی تعریف میں تمام حدود کو تجاوز کر گئے ہیں۔ ان کا کلام تمام تر مبالغہ آرائی پر مبنی ہوتا ہے۔ لیکن مجرد اس بنیاد پر کلامِ عرب سے استشہاد و استدلال کو غلط یا غیر مناسب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ تفسیر آیات میں مفسر کو صرف شعراء کے الفاظ اور زبان کی باریکیوں سے غرض ہوتی ہے، وہ ان کے افکار و خیالات سے تعرض نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے بھی جاہلی شعراء کے کلام سے تفسیر آیات کے باب میں بہ کثرت استشہاد و استدلال کیا ہے۔ ابن الانباری نے ان خیالات کے حاملین کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے۔

”ہمارے مخالفین کا اعتراض اس وقت بجا ہوتا جب کہ ہم فی الواقع اشعارِ عرب کو (معاذ اللہ) قرآن کا مأخذ اور اس کی اصل قرار دیتے۔ ہم نے تو اشعارِ جاہلیت سے جہاں کہیں بھی استناد اور استشہاد کیا ہے وہاں ہماری غرض قرآن کے صرف غریب الفاظ کے معانی بیان کرنے سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود

فرمایا ہے: ”إِنَّا جَعَلْنَاكَ قَرْنًا مِّنَ الْبَرِّ“ اور ارشاد باری ہے ”بَلِّغْنَاكَ عَنَّا مِثْلَ“ یعنی ہم نے قرآن کو عربی بنایا اور عرب کی واضح زبان میں اس کو نازل کیا۔“

جاہلی کلام کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ ”الشعر دلیوان العرب“ (اشعار اہل عرب کے علوم اور زبان کا دفتر ہیں) اگر ہمیں قرآن کے کسی لفظ کا ٹھیک مفہوم متین کرنا ہو اور اس کے استعمال سے واقفیت حاصل کرنی ہو تو ہم گارنا اسی زبان کے دیوان کی طرف رجوع کریں گے اور اسی کے ذریعہ اسے سمجھنے کی کوشش کریں گے۔
مذکورہ خیال کی تائید میں ابو عبید نے اپنی کتاب ”الفضائل“ میں تحریر کیا ہے:

”مجھے بشیم نے بواسطہ حصین بن عبدالرحمن از عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ”ان سے قرآن کے معانی دریافت کیے جاتے تھے تو وہ دلیل میں شعر پڑھ کر سنا دیتے تھے۔“

تفسیر قرآن کریم کے باب میں اشعار عرب سے مدد لینے والوں میں مولانا حمید الدین فراہی (۱۸۶۳-۱۹۳۰ء) کا نام بھی سرفہرست ہے۔ انہوں نے اپنے تفسیری اجزاء میں مفردات القرآن، اسالیب القرآن اور امعان فی اقسام القرآن میں استدلال و استدنباد کے لیے بے شمار اشعار نقل کیے ہیں اور اسی طرز کو ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلائی نے بھی اپنی تفسیر ”تدبر القرآن“ میں اپنایا ہے۔ چنانچہ وہ کلام عرب اور جاہلی خطباء کے بارے میں رقم طراز ہیں ”قرآن مجید جس زبان میں اتر ا ہے وہ نہ تو تحریری (۱۰۵۴-۱۱۲۲ھ) اور متنبی (۹۶۵-۹۱۵ھ) کی زبان ہے نہ مہر و شام کے اخبارات اور رسائل کی بلکہ وہ اس ٹکسائی زبان میں ہے جو امر القیس، عمرو بن کلثوم، زہیر اور لبید جیسے شعراء اور قس بن ساعدہ جیسے بلند پایہ خطیبوں کے یہاں ملتی ہے۔ اس وجہ سے جو شخص قرآن کی زبان کے ایجاز و اعجاز کا اندازہ کرنا چاہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دو جاہلیت کے ادباء و شعراء کے کلام کے محاسن و معایب کے سمجھنے کا ذوق پیدا کرے۔ اس کے بغیر کوئی شخص نہ تو یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ قرآن عربی زبان کے محاسن کا کیا کامل نمونہ ہے اور نہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کے اندر وہ کیا سحر ہے جس نے تمام فصیحوں اور بلیغوں کو ہمیشہ کے لیے عاجز اور درماندہ کر دیا ہے۔“

مولانا امین احسن اصلائی نے تفسیر قرآن جیسے نازک موضوع پر قلم اٹھانے سے

تدبر قرآن میں کلام عرب...

پہلے قرآن کی زبان اور اس کے ادبی محاسن سے آگاہی کے لیے ادبِ جاہلی کے اس تمام ذخیرے کو اچھی طرح پڑھ لیا تھا جو انھیں دستیاب ہو سکا تھا اور جو قرآن کی کسی ادبی، نحوی اور معنوی مشکل کے حل کے لیے کسی پہلو سے مددگار ہو سکتا ہے۔

مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر میں مختلف مقامات پر تفسیری آیات کے سلسلے میں اشعارِ عرب سے استدلال کیا ہے۔ یہ اشعار کہیں تو انھوں نے اپنے ذاتی مطالعہ سے پیش کیے ہیں اور کہیں اپنے استادِ گرامی مولانا فراہی کی تصانیف سے۔ تدبر قرآن میں استشہاد کے لیے جو اشعار استعمال ہوئے ہیں ان سب کو ایک ترتیب سے ہم یہاں افادہ عام کے لیے نقل کرتے ہیں:

• صبر ۱۰ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (البقرہ: ۴۵)

لفظ ”صبر“ پر مولانا اصلاحی نے روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ اس کا اصل مفہوم روکنا ہے یعنی خود کو مایوسیوں سے بچا کر اپنے موقف پر قائم رکھنے کو صبر کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنی تمام مشکلات کے باوجود اللہ کے عہد پر طمانیت قلب کے ساتھ قائم رہے۔ صبر کا مفہوم عام طور سے عجز و مسکنت سمجھا جاتا ہے جو لغتِ عرب اور استعمالاتِ قرآن کی رو سے درست نہیں ہے بلکہ اس مفہوم کی تائید کے لیے مولانا اصلاحی نے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو امامِ استادِ فراہیؒ نے سورہٴ عصر کی تفسیر میں نقل کیے ہیں:

وغمرة موت ليس فيهما هودة ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

دور موت کے بہاؤ یعنی جنگوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے، ان کے پل تو تلواروں کی دھار کے ماتہ میں)

صبر ناله في نهكها ومصابها ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷

راعیل گھوڑوں کی سواری، پادشاہوں کی دامادی اور ایسے مورچوں
میں ثابت قدمی جہاں دوسرے ہمت ہار بیٹھیں گے۔
صبر کے اس مفہوم کی وضاحت خود قرآن نے بھی کر دی ہے۔
وَالصَّبْرُ بَيْنَ الْبِئْسَاءِ اور ثابت قدمی دکھانے والے
وَالصَّخْرَاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ سختی میں، تکلیف میں اور لڑائی
(البقرہ: ۱۷۷) کے وقت۔

• 'ظَنَ' الَّذِينَ يُظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقَاوَاتِهِمْ وَإِلَيْهِ رَاجِعُونَ (البقرہ: ۲۶)
ظن اسے کہتے ہیں کہ کسی کے بارے میں بغیر دیکھے رائے قائم کر لی جائے، اس
لیے اس میں یقین کا پہلو نہیں ہوتا ہے بلکہ شک کا پہلو غالب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے یہ
لفظ کبھی کبھی شک کا مفہوم دیتا ہے۔ طرف کے یہاں یہ مفہوم موجود ہے۔

وَأَعْلَمُ عِلْمًا لَيْسَ بِالظَّنِّ إِنَّهُ اِذَا ذَلَّ مَوْلَى الْمَرْءِ فَهُوَ ذَلِيلٌ
میں ایک بات جانتا ہوں جو محض گمان نہیں ہے کہ جب آدمی کا چچا زاد بھائی
ذلیل ہو جائے تو وہ خود بھی ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے)

قرآن کریم میں بھی ظن کا لفظ اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے:

إِنْ نَظُنُّكَ الْاِظْهَانُ وَمَا نَحْنُ بہ محض ایک گمان کر رہے ہیں اور ہم
بِمُسْتَيْقِنِينَ (جاثیہ: ۲۲) یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

کبھی کبھی انسان بن دیکھے کوئی رائے قائم کرتا ہے لیکن یہ رائے یقین پر مبنی ہوتی
ہے اور اس کے لیے بھی ظن کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اس کی تائید اوس بن حجر کے ایک
شعر سے ہوتی ہے:

إِلَهِي الَّذِي يَظُنُّ بِكَ الظَّنَّ کائن قدرائی وقت سمعاً

(وہ ذہین کہ اگر تمہارے بارے میں کوئی گمان بھی کرے تو معلوم ہوتا ہے)

دیکھ کر اوس بن حجر کرتا ہے۔)

درید بن صمد کہتا ہے:

فقلت لهم ظنوا يا لفي مدجج سرامهم في الفارسي المستد^{۱۷}
(میں نے ان سے کہا کہ دو ہزار سلاح پوش سواروں کا یقین کرو جن کے سردار
باریک کرٹیوں کی زریں پہنے ہوں گے)

۱. ال : وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِنْ اِلْ فِرْعَوْنَ (البقرہ: ۴۹)
یہاں پر آل فرعون سے مراد قوم فرعون ہے۔ مولانا اصلاحی کا خیال ہے کہ آل
سے مراد صرف کسی شخص کی اولاد نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ لفظ آل و اولاد، قوم و قبیلہ اور اتباع و
انصار سب پر حاوی ہے۔ نابغہ زبانی کا شعر ہے۔

من ال مینۃ رایح اومقتدی عجلان ذازاد و غیر مزد^{۱۸}
(میرے قبیلے کے لوگوں میں کوئی صبح روانہ ہوا، کوئی شام، کوئی زاد راہ کے
ساتھ، کوئی بغیر زاد راہ کے)

۲. سجدة : وَ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (البقرہ: ۵۸)
سجدہ کے اصل معنی سر جھکانے کے ہیں۔ اس سر جھکانے کے مختلف درجے ہو سکتے
ہیں۔ اس کی کامل شکل زمین پر پیشانی رکھ دینے کے ہیں جو ہم نمازیں اختیار کرتے ہیں۔ عمرو
بن کلثوم نے اپنے مشہور فخریہ شعر میں اس کا یہی کامل مفہوم لیا ہے۔

اذا بلغ الفطام لنا صبی تخزله الجبابر ساجدینا^{۱۹}
(جب ہماری قوم کا کوئی بچہ دودھ چھوڑنے کی مدت کو پہنچ جاتا ہے
تو بڑے بڑے سورا اس کے آگے سجدے میں گڑھتے ہیں)

۳. صفح : فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ (البقرہ: ۱۰۹)
مولانا امین احسن اسلامی فرماتے ہیں 'صفح' کے معنی چشم پوشی کرنے اور نظر انداز کرنے
کے ہیں کہی حماسی کا شعر ہے:

صفحنا عن بنی ذهل و قلنا القوم اخوان^{۲۰}
(ہم نے بنی ذہل کی شرارتوں سے چشم پوشی کی اور خیال کیا کہ یہ لوگ اپنے
ہی بھائی ہیں۔)

۴. امر : اِنَّمَا اَمْرُكُمْ بِاَسْوِیِّ الْفَحْشَاءِ وَاَنْ تَقُولُوْا عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْمَلُوْنَ
(البقرہ: ۱۶۹)

آیت میں ”یا مَر“ کا لفظ ہے۔ امر جس طرح کسی بات کا حکم دینے کے لیے آتا ہے اسی طرح اس کے معنی کوئی بات سمجھانے یا اس کا مشورہ دینے کے بھی ہیں۔ مثلاً:

۵۱
أمرتهم امری بمنعرج اللوی فلم یستبینوا المرشد الاضعی الغد

(میں نے ان کو اپنے مشورے سے منعرج اللوی ہی میں آگاہ کر دیا تھا لیکن

میری بات ان کی سمجھ میں دوسرے دن کی صبح سے پہلے نہ آسکی۔)

یا یہ شعر دیکھئے

اطعت لأمربیک بصرم حبلی

(تو نے بالآخر انہی لوگوں کی بات سنی جو مجھے تجھ سے قطع تعلق کا مشورہ دینے والے تھے)

• صوم: یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام (البقرہ: ۱۸۳)

لفظ ”صوم“ کے لغوی معنی کسی شے سے رک جانے اور اس کو ترک کرنے کے ہیں۔

”صام الفوس صوماً“ کے معنی میں گھوڑے نے چارہ نہیں کھایا۔ اسی مفہوم کو نابغہ نے

اپنے شعر میں اس طرح پیش کیا ہے:

۵۲
خیل صیام وخیل غیر صائمة تحت اللجاج وآخری تعلق اللجما

(بہت سے بھوکے اور بہت سے آسودہ گھوڑے میدان جنگ کے غبار میں کھڑے

تھے اور دوسرے بہت سے اپنی نگاہیں چبا رہے تھے)

مولانا فراہی نے اپنی تصنیف ”اصول الشرائع“ میں لفظ صوم کی تحقیق کرتے ہوئے

تہا یا ہے کہ ”اہل عرب اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوک اور پیاس کا عادی بنانے کے

لیے باقاعدہ ان کی تربیت کرتے تھے تاکہ وہ مشکل حالات میں زیادہ سے زیادہ سختی

برداشت کر سکیں۔ اسی طرح وہ اپنے گھوڑوں کو تندہوا کے مقابلے کی بھی تربیت

دیتے تھے۔ یہ چیز سفر اور جنگ کے حالات میں جبکہ ہوا کے تھپیڑوں سے سابقہ پیش

آجائے، بڑی کام آئے والی ہے۔ جریر نے اپنے ایک شعر میں ان دونوں باتوں کا

حوالہ دیا ہے:

۵۳
ظللنا بمستن الحور کائننا لدی فرس مستقبل الیمح صائم

(ہم لو کے تھپیڑوں کی جگہ جھے رہے۔ گویا ہم ایک ایسے گھوڑے کے ساتھ

کھڑے ہوں جو باد تند کا مقابلہ کر رہا ہو اور روزہ رکھے ہوئے ہو۔)

• تصدیق: دَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (آل عمران: ۸۱)

مولانا اصلاحی سورہ بقرہ کی آیت: ۲۱ اِمْتُوا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ میں اس کے مفہوم پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہاں بھی انھوں نے بتایا ہے کہ قرآن کریم کے نزول اور بخت نبویؐ سے تورات اور انجیل کی پیشین گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے۔ البتہ اس تصدیق کا انتظار کر رہے تھے لیکن افسوس کہ بعد میں وہ اپنی انائی تسکین کے لیے تصدیق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مکر گئے۔ اگر وہ تصدیق کرتے تو اس سے اہل کتاب کا سراونچا ہو جاتا۔ تصدیق کا یہی مفہوم اس شعر میں پیش ہوا ہے۔

فَدَتْ لَفْسِي وَمَا مَلَكَتْ يَمِينِي فَوَارِسَ صَدَقَاتِ فِيهِمْ ظَنُونِي

(میری جان اور میرا مال ان شہسواروں پر قربان جنھوں نے اپنے بارے میں

میرے سارے گمان سچے ثابت کر دیے۔)

• حبل: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا (آل عمران: ۱۰۳)

اس آیت میں ”حبل“ کے معنی رسی کے ہیں، اور اس کے تعلق سے اس میں ربط اور لگاؤ کا مفہوم پیدا ہوا۔ کیونکہ رسی ایک طرح سے ایک چیز کو دوسرے سے جوڑتی ہے۔ اسی مفہوم کو اس شعر میں پیش کیا گیا ہے۔

وَلَكِنِّي وَصَلْتُ الْحَبْلَ مِنْهُ ۖ مُوَاصِلَةً بِحَبْلِ ابْنِ بِيَانٍ

(لیکن میں نے اس سے اپنا تعلق جوڑے رکھا، ابو بیان کے تعلق سے

والبتل کی بنا پر)

آگے مولانا نے مزید یہ بتایا ہے کہ یہ لفظ ترقی کر کے معاہدہ کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: اِلَّا بِحَبْلِ مِنَ اللَّهِ وَحَبْلِ مِنَ الْاِنْسَانِ (مگر اللہ کے اور لوگوں کے کسی معاہدے کے تحت)

• جہالۃ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوْرَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ

يَتَوْبُونَ مِنْ قَرِيبٍ (النساء: ۱۰۷)

مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ جہالت کے معنی صرف نہ جاننے کے ہی نہیں آتے بلکہ اس کا غالب استعمال جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی شرارت یا ظلم یا گناہ کا کام کر گزرنے کے ہیں۔ یہ لفظ عام طور پر علم کے بجائے علم کے ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اسی مفہوم میں

حقیقات اسلامی
یہ شعر ہے:

وَلَجِلْمٌ خَيْرٌ فَاعْلَمْتُ مَغْبَةً
مِنَ الْجَهْلِ إِلَّا أَنْ تَشْمَسَ مِنْ ظِلْمٍ^{۵۳۲}
(اور یقیناً ظلم جہالت کے مقابلے میں انہام کے لحاظ سے کہیں بہتر ہے ہوائے
اس وقت عجیب کہ تمہیں ظلم و تشدد کا سامنا کرنا پڑے)
یہی چیز یہاں ملحوظ رکھی گئی ہے۔

إِلَّا لَا يَجِبُ لَكُمْ أَحَدٌ عَلَيْنَا
فَنَجْهَلُ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَ^{۵۳۳}
(آگاہ کہ کوئی ہمارے خلاف جہالت کا اظہار کرے کہ ہم بھی تمام جاہلوں
بڑھ کر جہالت کرنے پر مجبور ہو جائیں)

• ذیل اور عزیز: اَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (المائدہ: ۵۴)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے بتایا ہے کہ اذلتہ ذلیل کی جمع ہے اور یہاں
اس کے معنی نرم خو اور متواضع کے ہیں۔ اسی طرح اعزۃ عزیز کی جمع ہے اور اذلتہ کے مقابل
ہے اور اس کا مفہوم سخت اور بھاری ہے۔ عربی میں وہو عزیز علیٰ آتاپہ جس کا مفہوم
یہ ہے کہ یہ چیز مجھ پر گراں ہے یعنی شدید علیٰ یہی چیز اس شعر میں بھی ہے۔

إِذَا الْغُثَىٰ بَعَثَتِ الْعُرُوءَ نَاشِئًا
فَمَطْلِبُهَا كَهَلَا عَلَيْهِ شَدِيدٌ^{۵۳۴}
(اگر اٹھتی جوانی میں اولو العزمی پیدا کرنے سے آدمی قاصر رہ جاتا ہے تو ادھیر
میں اس کا حاصل کرنا دشوار ہو جاتا ہے)

• قلیل ”اَذْيُرِيكُمْ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا“ (انفال: ۴۳)

لفظ قلیل پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ عربی میں لفظ قلیل صرف
عددی اور مقداری اعتبار ہی سے قلیل کے لیے نہیں آتا بلکہ معنوی اعتبار سے بے وزن
و بے حقیقت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً یہ شعر دیکھئے۔

فَأَنْ الْكَفَىٰ شَرًّا كَمَقِيلًا
فَأَنْ فِي خِيَارِ كَمَقِيلًا
(اگر میں تمہارے اشرار کی نگاہوں میں کم رتبہ ہوں تو کچھ غم نہیں، تمہارے
اخبار کی نگاہوں میں میرا بڑا رتبہ ہے)

• علیکم اہل البیت : رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلُ الْبَيْتِ (ہود: ۴۰)

اس آیت میں علیکم ضمیر مذکر جمع کا استعمال عربی زبان کے شائستہ اندازِ خطاب

کی مثال ہے، عورتوں کے اس اندازِ مخاطب میں پردہ داری اور احترام کی جو مثال ہے وہ محتاجِ اظہار نہیں۔ قرآن مجید اور کلامِ عرب میں اس کی نہایت واضح اور لطیف مثالیں موجود ہیں مثلاً سورہ احزاب میں ہے۔

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا (احزاب: ۳۳)

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے دور کرے
ناپاکی کو اے اہل بیت نبی اور تم کو پاک
کرے اچھی طرح۔

امرا القیس کے شعر میں بھی یہی چیز ملحوظ رکھی گئی ہے۔
فلو كان اهل الدار فيها كمهدنا
وجدت مقبلا عندهم ومعروسا
(جبکہ وادیِ شمس میں لوگ ہمارے عہد کی طرح ہیں، میں نے ان کے پاس
قبول کیا اور رات کے ابتدائی حصہ میں آرام کیا۔)

• جبال: وَلَسْتُوَنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا خَيْدَرَهَا قَاعًا
صَفْصَفًا لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا (طہ: ۱۰۵-۱۰۶)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ روز قیامت یہ اونچے اونچے پہاڑ
تباہ و برباد ہو جائیں گے، اپنی تمام تر بندیوں اور اونچائیوں کے باوجود قیامت کے
روز یہی پہاڑ روٹی کے مانند ہوا میں اڑیں گے۔ پہاڑوں کے باب میں عرب شعراء
کا یہ خیال تھا کہ وہ غیر فانی ہیں مثلاً قرآن نے اسی تصور کو بدھ تنقید بنایا ہے: زہیر کا
خیال دیکھئے:

اللازمی علی العوادم باقیًا ولا خالداً الا الجبال الرواسیا

(حوادثِ روزگار کے مقابل میں ان مستحکم پہاڑوں کے سوا میں اور کسی

چیز کو بھی قائم و دائم رہنے والی خیال نہیں کرتا)

• خوفِ لام کا ایک استعمال: لَيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَاعَمَلُوا وَيَنْزِيلُهُمْ

رَمَنَ فَضْلِهِ (النور: ۳۸)

اس آیت میں ”لَيَجْزِيَهُمُ“ فعل ہے۔ اس کے متعلق مولانا کا خیال ہے
کہ یہ اصلاً لام علت نہیں بلکہ وہ لام ہے جو کسی فعل کے انجام، نتیجہ اور ثمرہ کے بیان
کے لیے آتا ہے مثلاً قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ
لَهُمْ عَدُوًّا وَحَرَمًا (قصص: ۸)
اور فرعون کے گھر والوں نے اس کو
اٹھالیا کہ وہ ان کے لیے دشمن اور غم
امرا القیس کا مشہور شعر ہے :

وما زفت عيناك الا لتضربي بسهميك في أعشار قلب مقتل
(اور تمہاری دونوں آنکھوں نے آنسو نہیں بہائے مگر اس لیے کہ اپنے
دونوں تیر پارہ پارہ ہوئے دل کے ٹکڑوں میں پیوست کر دیں)
یہاں پر بھی جو ”لتضربی“ پر لام ہے وہ نتیجہ فعل ہی کے طور پر ہے۔

• جلابیب : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَلِإِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
يُذِنْنَ عَلَيْهِنَّ مَنْ جَلَابِيهِنَّ (الاحزاب: ۵۹)

اس آیت میں مسلم عورتوں کو جس جلاباب کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس کے متعلق
مولانا فرماتے ہیں کہ یہ چیز شرفائے عرب کی خواتین کے یہاں بھی پائی جاتی ہے وہ اس وقت
اسے اپنے اوپر ڈال لیتی تھیں جب گھروں سے باہر نکلتی تھیں نیچے قبیلہ ہنرمل کی ایک
شاعرہ کا شعر ہے :

نقشي السنورالية وهي لاهية مشى العذارى عليهن الجلابيب

(جلی اس کی طرف اسی بے فکری سے بڑھ رہی تھی جس طرح چادر اوڑھے ڈھونڈ لیتی
چلتی ہیں۔)

• حبك : ”وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ“ (الذاریات: ۷)

اس آیت میں ”ذات الحبك“ السماء کی صفت ہے، مولانا اصلاحی
فرماتے ہیں کہ یہ صفت تحقیق طلب ہے کہ اس سے کیا مراد ہے، مولانا فرما رہے ہیں
تفسیر سورہ ذاریات میں اس پر عمدہ بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”حَبْكُ“ کے معنی
باندھنے اور گرہ لگانے کے ہیں، یہیں سے یہ اس مضبوطی اور استواری کے لیے
استعمال ہوا جو کسی چیز کی بناوٹ میں پیدا کی جائے، اسی سے حباك ہے جس
کی جمع حَبْكُ ہے۔ جبکہ ان دھاریوں اور شکنوں نیز لہروں کو کہتے ہیں جو کسی
گت اور مضبوط بناوٹ کے کپڑے میں نمایاں کی گئی ہوں۔ قرآن کی تحقیق یہ ہے کہ
حبك سے مراد وہ لہریں اور شکنیں ہیں جو ریت یا ساکن پانی میں، جب کہ اس پر ہوا

چل گئی ہو، پیدا ہو جاتی ہیں یہیں سے یہ بادلوں کی تعریف میں استعمال ہونے لگا کیونکہ بادلوں کے ٹکڑے بھی آسمان میں تہ بہ تہ موجوں اور توبرتوروی کے گالوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ امر القیس فلک بوس محلوں کی تعریف کرتے ہوئے جن پر بادل چھائے ہوئے ہیں کہتا ہےؒ

مكَلَّةٌ حَمْرَاءُ ذَاتِ اسْتِرَّةٍ لَهَا حَبْكُ كَأَنَّهُمَا مِنْ وَصَائِلِ

(محلات کے سروں) پر سرخ اور دھاری دار بادل چھائے ہوئے ہیں

اور وہ اپنی شکل و صورت میں دھاری دار چادر کے مشابہ ہیں)

• انتصار: فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُتَسَرِّعِينَ (الذاریات: ۴۵)

اس آیت میں ”انتصار“ کے معنی مدافعت کرنے کے ہیں یعنی وہ اللہ کے عذاب اور قہر سے اپنا بچاؤ نہ کر سکے۔ اسی مفہوم کو امر القیس نے اپنے شعر میں اس طرح بیان کیا ہے۔

فَانْشَبَ اُظْفَارُهُ فِي النِّسَاءِ فَقُلْتُ هُبْلُتِ لَا تَنْتَصِرُ

(کتے نے اس نیل گائے کی ران میں اپنے پنجے گاڑ دیے تب میں نے

اس سے کہا کہ بخت اب تو اپنا بچاؤ کر)

• شعری: وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَى (البنیۃ: ۴۹)

اس آیت کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں کہ شعری ایک ستارے کا نام ہے جو موسم بہار میں طلوع ہوتا ہے، مشرکین عرب اس کو بہت مبارک سمجھتے تھے اور بہار کی تمام شادابیاں اور تمام تجارتی سرگرمیاں اسی سے منسوب کرتے تھے۔ ایک جاہلی شاعر اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے۔

شامس فی القرحتی اذا ما ذکت الشعری مبتدو فطل

(وہ سردیوں کی ٹھنڈ میں لوگوں کو گرمی پہنچانے والا ہے اور جب شعری

طلوع ہوتا ہے (یعنی موسم بہار میں) تو وہ لوگوں کے لیے ٹھنڈک اور سایہ بن جاتا ہے۔

• صغت قلوبکما: اِنَّ شَوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُکُمَا (التحریم: ۴)

اس آیت کا ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی نے ان الفاظ میں کیا ہے ”اگر تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تو یہی تمہارے لیے زیبا ہے۔ تمہارے دل تو

خدا کی طرف مائل ہی ہیں۔ بعض مفسرین نے ”صفت“ کے معنی کج ہونے کے بتائے ہیں، جو درست نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مولانا نے تفصیلی بحث کی ہے^{۵۵}۔ لیکن یہاں صرف وہ اشعار نقل کیے جا رہے ہیں جو مولانا فراہی نے اپنی تفسیر سورہ تحریم میں سان العرب سے لیے ہیں۔ مولانا فراہی ”صفت“ کے باب میں فرماتے ہیں ”لفظ کی اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد عربی زبان کے ایک عالم سے یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ ”صفت قلوبکما“ کے معنی انا بت قلوبکم و مالت الی اللہ و رسوله (یعنی تم دونوں کے دل اللہ اور رسول کی طرف جھکے ہیں) کے ہوں گے۔ کیونکہ لفظ ”صفت“ کسی شے کی طرف جھکنے کے لیے آتا ہے۔ اس سے مڑنے اور ہٹنے کے لیے نہیں آتا۔

اس مفہوم کی تائید میں مولانا فراہی نے دو حدیثیں بھی پیش کی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث ہے ”ینفخ فی الصور فلا یسمعه احد الا اصغی الیہ“ (سور پھونکا جائے گا تو ہر شخص اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا) دوسری حدیث میں ہے ”کان یصغی لہما الإناء“ اس کے لیے برتن جھکا دیتے کہ وہ آسانی سے پانی پی لے) پھر اصغاء کے معنی کی مزید وضاحت کے لیے مولانا فراہی نے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ ابن بری نے اصغاء مع کسی کی طرف کان لگانا کے ثبوت میں کسی شاعر کا مندرجہ ذیل شعر پیش کیا ہے۔

توی السفیہ بہ عن کل مکرمۃ ذیغ و فیہ للتسفیہ اصغاء^{۵۶}

(بے وقوف عزت و شرف کی باتوں سے منہ موڑتا ہے اور سفاہت کی باتوں کی طرف کان لگاتا ہے۔)

شاعر اونٹنی کی تعریف میں کہتا ہے :

تصغی اذا شدّ ہابا لکدر جانحۃ حتی اذا ما استوی فی مرزہا تنب^{۵۷}

(جب وہ اس پر کجا واکستا ہے، وہ گردن موڑ کر کان لگاتی ہے اور جب

وہ رکاب میں پاؤں رکھ دیتا ہے، وہ جھپٹ پڑتی ہے)

اعشی اپنی کتیا کی آنکھوں کا ذکر یوں کرتا ہے۔

توی عینہا صغواء فی جنب موقہا تراقب کفّی والقطیع المحرّما^{۵۸}

تدبر قرآن میں کلام عرب۔

اس کی آنکھ گوشہ چشم کی طرف بھی ہوئی ہوتی ہے اور وہ میرے ہاتھ اور سخت کوڑے کو دیکھتی ہے)

• کشف ساق : یَوْمَ يَكْشِفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعُوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ (العلق: ۲۲)

اس آیت میں کشف ساق شدت امر کی تعبیر کے لیے عربی زبان کا معروف محاورہ ہے، شعرائے جاہلیت نے مختلف طریقوں سے اس کو استعمال کیا ہے۔ حاتم کا مشہور شعر ہے۔

اخوان العرب ان عَضَّتْ بِهَ الْيَدِ عَضًّا وَانْ شَمَّتْ عَنْ سَاقِهَا الْحَرَّ شَمًّا

(اگر جنگ اس پر حملہ آور ہوتی ہے تو وہ بھی اس سے نبرد آزما ہوتا ہے اور اگر گھسان کا رن پڑتا ہے تو وہ بھی اس میں بے خطر کو پڑتا ہے)

مذکورہ شعر میں شَمَّتْ عَنْ سَاقِهَا الْحَرَّ شَمًّا کا محاورہ گھسان کے رن کے لیے آیا ہے۔ یہ محاورہ اس لیے وجود میں آیا کہ جب کوئی بڑی مصیبت آن پڑتی ہے تو اس وقت کنواریاں اور شریف زادیاں بھی اپنے پانچے اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ جس سے ان کی پنڈلیاں اور پاؤں کے زیورات کھل جاتے ہیں۔ ایک شاعر نے اس کی تصویر کشی اس انداز سے کی ہے۔

تَذْهَلُ الشَّيْخُ عَنْ بَنِيهِ وَتَبْدَى عَنْ حِذَامِ الْعَقِيلَةِ الْعَذْلَةُ

(ایسی بچل جو بوڑھوں کو ان کی اولاد سے غافل کر دے گی اور کنواریوں کی پنڈلوں اور ان کے پازیبوں کو بے نقاب کر دے گی)

• تطهير ثياب : وَثِيَابَكَ فَطَهَّرْ (الند: ۴)

مولانا نے لکھا ہے کہ ثياب کے معنی کپڑے کے ہیں لیکن اس کا استعمال دامن کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اور کلام عرب کے شواہد سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس سے دامن دل بھی مراد ہوتا ہے اللہ امر القیس نے اپنے شعر میں اسی مفہوم کو روایا ہے۔

وَإِنَّكَ قَدْ سَأَلْتَ مِنْ خَلْقِكَ فَسَلْ ثِيَابِي مِنْ ثِيَابِكَ تَسْلُ

(اگر میری کوئی حرکت تجھے بری ہی لگی ہے تو میرے دامن دل کو اپنے دامن دل سے جدا کر دے تو جدا ہو جائے گی)

مذکورہ شعریں شاعرین نے ”ثیاب“ سے دل ہی مراد لیا ہے۔ امر القیس ہی کا ایک دوسرا مصرع ہے۔

ثیاب بنی عوف طہار علی نقیۃ
(بنی عوف کے دل بالکل پاک صاف ہیں) ۶۳

• اولیٰ : اولیٰ لك فاوئی ثم اولیٰ لك فاوئی (القیامہ: ۳۵)

اس آیت میں ”اولیٰ“ زجر، اظہار حسرت و ملامت اور اظہار تعزیت و غضب کے لیے آیا ہے۔ کلام عرب میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ خنساء کا مشہور شعر ہے۔

هممت بنفسی کل الهموم فاوئی لنفسی اولیٰ لہا ۵۷

میں نے اپنے نفس کے بارے میں طرح طرح کے ارادے کر ڈالے، پس افسوس ہے میرے نفس پر افسوس ہے)

• هل : هل ائی علی الانسان حیث من الذہر لم یکن شیئاً مذکوراً (البرزخ)

یہاں بعض مفسرین نے ”هل“ کو ”قد“ کے معنی میں لیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ مجھے کلام عرب سے اس کی کوئی تائید نہیں ملی۔ یہاں پر ”هل“ استفہام کے مفہوم میں ہے۔ استفہام چونکہ متعدد معانی کے لیے آتا ہے۔ انہی میں سے ایک مفہوم یہ ہے کہ مخاطب جب کسی بدیہی حقیقت کو تسلیم نہ کرے تو ایسے موقع پر بھی هل کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں پر اسی مفہوم میں ہے ۵۸ تعلقات کے ایک قصیدے کا مطلع ہے۔

هل عاد الشعراء من مترّم ام هل عرفت الدار بعد توهم ۶۴

(کیا شاعروں نے شاعری میں کوئی خلا چھوڑ دیا تھا یا تجسس کے بعد تم نے

منزل جاناں کا سراغ پالیا ہے)

• عروف : ”وَالْمُؤَسَّلَاتِ عُرُفًا“ (مرسلات: ۱)

اس آیت میں لفظ ”عُروف“ گھوڑے کے ایال کے لیے آیا ہے جو پیشانی پر لٹکے ہوئے ہوتے ہیں۔ امر القیس نے اسی معنی میں لیا ہے۔

نمش باعواف الحبیاء اکفنا اذ نحن قمناعن شوائم مضہب

(جب ہم شکار کا کچا پکا گوشت کھا کر اٹھتے ہیں تو گھوڑوں کی ایال میں اپنے ہاتھ ۶۰

پونچھ لیتے ہیں)

یہاں آیت میں اسی سے ہواؤں کو گھوڑوں سے اور ان کے آزاد کرنے کو ان کے ایال چھوڑ دینے سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ تعبیر نہایت بلیغ ہے۔ اس سے مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ہوائیں نہ خود کار ہیں نہ خود مختار، بلکہ ان کی پیشانی خدا کی مٹھی میں ہے۔

• غُثَاءُ أَحْوَى: "كُجَعْلَكَ غُثَاءُ أَحْوَى" (الاعلى: ۵)

اس آیت میں بالاء مفسرین نے غُثَاءُ أَحْوَى کا ترجمہ "کالا کوڑا یا سیاہ خس و خاشاک" کیا ہے۔ صرف غُثَاءُ کے معنی جھاگ اور خس و خاشاک کے تو آتے ہیں لیکن أَحْوَى ہرگز اس سیاہی کے لیے نہیں آتا جو کسی شے میں بوسیدگی سے پیدا ہوتی ہے، بلکہ یہ اس سیاہی مائل سرخی یا سبزی کے لیے آتا ہے جو تازگی اور جوشِ نمو کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہیں سے یہ بطور استعارہ کر دیں اور صحت مند جوان کے لیے استعمال ہونے لگا۔ مشہور جاہلی شاعر نابتہ اشرا اپنے ممدوح کی توہین میں کہتا ہے

مسبل فی الحی احوی رفل واذا یغزو فلیث ابل^{۱۸۴}

دیوں قبیلہ کے اندر تو وہ ایک خوش پوش، سرخ و سپید بانکا چھیلا بناتا رہتا

ہے لیکن جب میدانِ جنگ میں اترتا ہے تو شیر نیتاں بن جاتا ہے

لفظ غُثَاءُ کے معنی مکھن کے جھاگ اور سیلاب کے خس و خاشاک کے ہیں۔

لیکن یہ اس سبزہ کے لیے بھی آتا ہے جو زمین کی زرخیزی کے سبب سے اچھی طرح گھٹنا اور سیاہی مائل ہو گیا ہو۔ مولانا فراہی نے اپنی کتاب "مفردات القرآن" میں کلام عرب سے متعدد اشعار نقل کیے ہیں^{۱۸۵} انہی میں سے مولانا اصلاحی نے تدبر میں قطامی کے ایک شعر پر اکتفا کیا ہے:

حلوا یا خضر قد مالت سوارتہ من ذی غُثَاءُ علی الاعراض انضاد^{۱۸۶}

(وہ ایک سبز و شاداب وادی میں اترے جس کے نیچے گھنے اور شاداب

سبزے اس کے کناروں پر باہم دگر گتھم گتھا ہیں اور ایک دوسرے پر تہ بہ تہ

گرے ہوئے تھے)

• التین: "وَالَّتَيْنِ وَالَّتَيْنِ" (التین: ۲-۱)

یہاں ”تین“ سے مراد ایک خاص پہاڑ ہے۔ چونکہ اس مقام پر تین (انجیر) کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اسے اسی نام سے منسوب کر دیا۔ نابغہ زبانی نے اپنے اشعار میں تین کا ایک مقام کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

صہب النلال آتین التین عن عرض یزید بن عیسا قلیلا ما ذکا شمیما
(سردھوائیں جبل تین کے دامن سے آئی ہیں اور تھوڑے سے بادل کو ہٹا کر
لے آئی ہیں، جس کا پانی بہت میٹھا ہے۔)
اس میں تین سے مراد ایک شمالی پہاڑ ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ پہاڑ
حلوان اور بھدان کے درمیان واقع ہے۔

• سورۃ العادیات میں گھوڑوں کا ذکر
سورۃ العادیات میں گھوڑوں کی اہمیت اور ان کی متعدد صفات کا ذکر
کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا اصلاحی کا خیال یہ ہے کہ گھوڑے عربوں کے
یہاں بڑی اہمیت کے حامل تھے کیونکہ جنگوں میں دفاع کے کام آتے، انہی سے
اپنے قبیلہ اور اپنی قوم کی حفاظت کرتے، گھوڑے ان کی عزت و آبرو کی ضمانت ہوتے۔
یہی وجہ ہے کہ شاعری کا بیشتر حصہ گھوڑوں کی صفات کی نذر رہے۔ ایک حماسی
شاعر کہتا ہے۔

وفی فوس نہد عتیق جعلتہ حجابا لیبی ثم اخذ مہ عبداً

(اور میں اپنا مال ایک جوان اور اصریل گھوڑے کے لیے خرچ کرتا ہوں جس

کو میں نے اپنے گھر کا سببان بنایا ہے اور پھر میں نے اس کی خدمت کے لیے

ایک غلام کو رکھ چھوڑا ہے)

• حتی زرتم المقاب

حتی زرتم المقاب (انکا ۲۷) یعنی یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچتے ہو۔
مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں ”زرتم“ اپنے سادہ معنی یعنی دیکھنے کے ہیں۔ اس میں کسی ترن
اور تقدس کا شائبہ نہیں ہے۔ ایک حماسی شاعر کا شعر ہے۔

اذا زرت ارضا بعد طویل اجتبابھا فقدت صدیق والبلد کما ہی

(جب میں کسی سرزمین کو عرصہ تک جدارہ بننے کے بعد دیکھتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ

اجنبائے عرب نے سارے کھو دیے۔ لیکن زمین اسی طرح ہے جس طرح تھی)
• والعصر:

”العصر“ کے معنی زمانہ کے ہیں۔ مولانا اصلاحی نے ”تذکرہ“ میں مولانا فراہی کے خیالات العصر کے سلسلے میں نقل کیے ہیں۔ مولانا فراہی فرماتے ہیں ”عصر کے معنی زمانہ کے ہیں۔ جس طرح لفظ ”دہر“ میں زمانہ کی مجموعیت کا اعتبار ہے، اسی طرح لفظ ”عصر“ میں اس کے گزرنے اور اس کی تیز روی کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ اس کا غالب استعمال گزرنے والے زمانہ ہی پر ہوتا ہے۔“ امر القیس کا مصرعہ ہے۔

وهل نعمن من كان في العصر الخالي

(اور اب ان کے لیے کیا مبارکی ہے جو گزرے ہوئے زمانوں میں ہوئے)
عبید بن الابرص نے کیا ہے۔

فذا لعصر وقد ارا في يحملني بازل شبوب

(وہ بھی زمانہ تھا جب میں اپنے کو دیکھتا کہ ایک جوان اور خوبصورت اڑتی پر سوار ہوں)

سورہ عصر کی تیسری آیت ”وَلَوْ اَصَابَا بَابُ النَّصْبِ“ کے ذیل میں مولانا نے لفظ ”صبر“ کی تشریح کرتے ہوئے بعض اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ ان اشعار کو مولانا سورہ البقرہ آیت ۴۵ کی تشریح میں نقل کر چکے ہیں۔

• سورۃ فیل :

سورہ فیل میں خانہ کعبہ پر ابرہہ کی چڑھائی کا ذکر ہوا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی فوجوں کو پسپا کر کے رکھ دیا ہے۔ مولانا فراہی کا خیال ہے کہ فوجوں کی پسپائی تین طریقوں سے ہوئی۔ آخری طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کے دشمنوں پر سنگ باری کرنے والی ہوا (حاصب) بھیجی جس نے ان کو بالکل پامال کر دیا۔ مولانا فراہی فرماتے ہیں کہ بعض عینی شاہدین نے اس ”حاصب“ کا ذکر کیا ہے۔ ابن ہشام وغیرہ نے اپنی کتب میں ان شہادتوں کو نقل کیا ہے۔ یہاں صرف دو شعر نقل کیے جا رہے ہیں شاعر ابوقیس کہتا ہے :

فارس من ربهم حاصب يلقهم مثل لفت القزم^{۴۹}

(پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر حاصب (سنگ ریزے برسانے والی آذھی) پھلی جو خس و خاشاک کی طرح ان کو لپیٹ لیتی ہے)
 اسی طرح صفی بن عامر نے بھی ساف اور حاصب کا ذکر کیا ہے۔
 فلما اجاز و ابطن نعمان ردھم جنوداً لا لد بین ساف و حاصب
 (اور حجب انھوں نے وادی نعمان کو پاکر کیا تو اللہ کی فوجوں نے ساف اور حاصب کے درمیان نمودار ہو کر انھیں تہس نہس کر ڈالا)

آگے سورہ فیل کی تفسیر میں مولانا فرمائی فرماتے ہیں کہ عبد المطلب نے جبل حرار پر چڑھ کر رب کعبہ سے جو استغاثہ کیا اس سے یہ بات نہیں نکلتی کہ وہ بیت اللہ کی مدافعت سے بالکل دست بردار ہو کر اور سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے خود الگ ہو رہے ہیں۔ بلکہ اس میں انھوں نے بعض فقرے تو ایسے کہے ہیں جن کے اندر ناز اور اعتماد کی وہ شان پائی جاتی ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعائیں سے جو آپ نے غزوہ بدر کے موقع پر عین میدان جنگ میں کی تھی۔ درج ذیل اشعار سے عبد المطلب کے جذبہ اور اعتماد کا اندازہ کیا جاسکتا ہے علیہ

اللهم ان المرء یمنع اھله
 فامنع رجالک
 (اے خدا! آدمی اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہے۔ تو بھی اپنے لوگوں کی حفاظت کر)

لا یغلبن صلیبھم
 ومجالھم ابدامجالک
 (ان کی صلیب اور ان کی قوت تیری قوت پر ہرگز غالب نہ ہونے پائے)
 ان کنت تادکھم و قبلتنا
 فامر ما بید اللہ
 (اگر تو ہمارے قبلہ کو ان کے رحم و کرم چھوڑنا چاہتا ہے تو کر جو تیری مرضی)
 • تَبَّتْ یَدَاۥ :

سورہ لہب کی ابتدائی آیات یہ ہیں ”تَبَّتْ یَدَاۥ اَبِیْ لَہَبٍ وَتَبَّتْ“ یہاں تَبَّت کا کیا مفہوم ہے؟ مولانا کا خیال ہے کہ اس کا مفہوم ہلاک ہونے اور خسارہ میں پڑنے کے ہیں۔ اسی سے ”تَبَّتْ یَدَاۥ فلان“ کا محاورہ وجود میں آیا جس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں کے دونوں ہاتھ حصول مقصد میں ناکام و عاجز ہیں۔ اس سے بے بسی

کی تصویر ابھرتی ہے۔ اسی طرح ”کسرید“ (ہاتھ پاؤں توڑ دینا) کسی کا زور توڑ دینے کی تعبیر ہے۔ فند الزمانی کا شعر ہے۔

۹۲

وترکنا دیار تغلب قفس^۱ وکسرنا من الغواة الجناحا

(اور ہم نے دیار تغلب کو بیابان بنا کر چھوڑ دیا اور کسر کشوں کے بازو توڑ ڈالے)

مذکورہ مباحث کی روشنی میں یہ چیز وضاحت سے سامنے آرہی ہے کہ تفسیر قرآن کے لیے کلام عرب سے استشہاد اور استدلال ایک بنیادی ضرورت ہے، بیسویں صدی کے مفسرین میں مولانا فراہی نے اس پہلو کو شدت سے محسوس کیا اور اپنی نامکمل تفسیر نظام القرآن اور علوم قرآن سے متعلق اپنی دیگر کتب میں اس کی طرف توجہ کی اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ قرآن کریم کی تفہیم و تشریح اور معانی کی تعیین کے لیے ضروری ہے کہ تاریخ عرب پر بھی گہری نظر ہو۔ دورِ جاہلی کی شاعری عربوں کے تاریخ کی بہترین نامزدگی کرتی ہے۔ اس میں ان کی ثقافت، معاشرت اور معیشت اور شب و روز کی زندگی کی بڑی واضح شکل و صورت موجود ہے نیز ان کی ترجیحات و معیارات تک رسائی کے لیے اس شاعری کا مطالعہ حد درجہ عمدہ و معاون ہوگا۔ اسی بنا پر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بیشتر مفسرین نے تفسیر قرآن کے باب میں دورِ جاہلی کی شاعری کے بنیادی کردار کا اعتراف کیا ہے، اس رخ کی طرف مولانا فراہی اور ان کے تلمیذ رشید صاحب تدبر قرآن، مولانا امین احسن اصلاحی نے خاص توجہ دی ہے اور قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں۔ ویسے جس معیار سے مولانا فراہی نے اشعار عرب سے استدلال کا بیڑا اٹھایا تھا، وہ معیار پوری طرح مولانا اصلاحی کی تفسیر میں باقی نہیں رہا۔ لیکن مولانا فراہی کے اس انداز فکر سے مولانا اصلاحی نے ایک حد تک استفادہ بھی کیا اور اس کی جا بجا اپنی تفسیر میں پر زور و کالت بھی کی، اس کے لیے فکر فراہی کے حاملین کو مولانا امین احسن اصلاحی کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ان کی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اس انداز کو آگے بڑھائیں۔

حواشی و مراجع

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن (اردو) جلال الدین سیوطی۔ (مترجم۔ محمد علیم انصاری و معراج محمد باقر)

- نور محمد۔ اصح المطابع وکارخانہ تجارت کتب۔ آرام باغ، کراچی (بدون تاریخ) ۳۵۵/۱
- ۲۵ ایضاً ۳۵۵/۱ ۳۵ ایضاً ۳۵۵/۱
- ۳۵ تدبر قرآن۔ امین احسن اسلامی۔ تاج کینی۔ دہلی۔ باراول۔ ۱۹۸۹ء ۱۵/۱
- ۳۵ ایضاً ۱۵/۱ ۳۵ تدبر قرآن۔ ۱۸۴/۱
- ۳۵ تفسیر نظام القرآن۔ علامہ حمید الدین فراہی۔ دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میرزا عظیم گڑھ ۱۹۹۰ء ص ۳۴۵
- ۳۵ دیوان حاتم طائی۔ (تحقیق وشرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر، بیروت (بدون تاریخ) ص ۹۲
- ۳۵ تفسیر نظام القرآن ص ۳۴۵
- ۳۵ دیوان زبیر بن ابی سلمیٰ (تحقیق وشرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر۔ بیروت (بدون تاریخ) ص ۱۳
- ۳۵ تدبر قرآن۔ ۱۹۳/۱
- ۳۵ دیوان طرفین العبد (تحقیق وشرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر۔ بیروت۔ ۱۹۵۳ء ص ۱۱۴
- ۳۵ دیوان اوس بن حجر (تحقیق وشرح: الدكتور محمد یوسف نجم) دار صادر، دار بیروت۔ بیروت ۱۹۶۰ء ص ۵۳
- ۳۵ جہرۃ اشعار العرب۔ ابو زید محمد بن ابی الخطاب القرشی۔ دار صادر و دار بیروت ۱۹۶۲ء ص ۲۱
- ۳۵ تدبر قرآن۔ ۲۱۰/۱
- ۳۵ دیوان النابغة الذبیانی (وعلیہ شرح لطیف مختصر من شرح العلامة امام اللہ والادب ابو بکر عاصم بن ایوب البطلیمی) المکتبۃ الالبیہ۔ بیروت (بدون تاریخ) ص ۲۴
- ۳۵ تدبر قرآن۔ ۲۱۹/۱ ۳۵ جہرۃ اشعار العرب۔ ص ۱۴۸
- ۳۵ تدبر قرآن۔ ۲۹۹/۱
- ۳۵ دیوان الحماہ۔ المکتبۃ الرحیمیہ، دیوبند، یوپی (بدون تاریخ) ص ۱۱
- ۳۵ جہرۃ اشعار العرب۔ ۲۱۱ ۳۵ تدبر قرآن۔ ۲۲۲/۱
- ۳۵ دیوان النابغة الذبیانی (محمد وحل غریب الفاظ: الاستاذ الشیخ عبدالرحمان سلام) مطبۃ المصباح۔ بیروت۔ ۱۹۲۹ء ص ۹۵ ۳۵ تدبر قرآن۔ ۲۲۲/۱ - ۲۲۵
- ۳۵ دیوان جریر۔ دار صادر، دار بیروت، بیروت۔ ۱۹۶۰ء ص ۴۵
- ۳۵ تدبر قرآن۔ امین احسن اسلامی۔ تاج کینی۔ دہلی۔ باراول۔ ۱۹۸۹ء ۱۳۵/۲

- ۲۷۷ دیوان الحماسہ - ص ۱۱ ۲۷۸ تدبر قرآن - ۱۵۳/۲
- ۲۷۹ دیوان الحماسہ - ص ۱۹۵ ۲۸۰ تدبر قرآن - ۱۵۳/۲
- ۲۸۱ ایضاً - ۲۶۶/۲ ۲۸۲ دیوان الحماسہ: ص ۱۹۲
- ۲۸۳ شرح المعلقات السبع - ابو عبد اللہ الحسین بن احمد الزوزنی - الطبعة الثانية - دارالکتب المصریہ ۱۹۵۵ء - ص ۱۳۶ ۲۸۴ تدبر قرآن - ۵۴۶/۲
- ۲۸۵ دیوان الحماسہ - ص ۱۹۸ ۲۸۶ تدبر قرآن - مولانا امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی - بار اول ۱۹۸۹ء - ۴۸۵/۳
- ۲۸۷ دیوان الحماسہ، ص ۱۹۹ ۲۸۸ تدبر قرآن - امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی - بار اول ۱۹۸۹ء - ۱۵۶/۴
- ۲۸۹ دیوان امر القیس (تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم) دارالمعارف، مصر - ۱۹۵۷ء - ص ۱۰۵ ۲۹۰ تدبر قرآن - امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی بار اول ۱۹۸۹ء - ۹۲/۵
- ۲۹۱ دیوان زہیر بن ابی سلمی (تحقیق و شرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر بیروت (بدون تاریخ) ص ۱۵ ۲۹۲ تدبر قرآن - ۵۴۳/۵ ۲۹۳ دیوان امر القیس ص ۱۳
- ۲۹۴ تدبر قرآن - امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی - بار اول ۱۹۸۹ء - ۲۶۹/۶ ۲۹۵ ایضاً - ۲۶۹/۶ ۲۹۶ وضاحت کے لیے دیکھئے: تفسیر نظام القرآن ص ۹۹
- ۲۹۷ دیوان امر القیس ص ۴۸ ۲۹۸ تدبر قرآن - امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی - بار اول ۱۹۸۹ء - ۶۱۸/۷
- ۲۹۹ دیوان امر القیس ۱۶۱ ۳۰۰ تدبر قرآن - مولانا امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی - بار اول ۱۹۸۹ء - ۸۰/۸ ۳۰۱ ایضاً - ۸۰/۸
- ۳۰۲ تدبر قرآن - امین احسن اصلاحی - تاج کینی - دہلی - بار اول ۱۹۸۹ء - ۴۶۴/۸ - ۴۶۵ ۳۰۳ وضاحت کے لیے دیکھئے: لسان العرب - ابن منظور - دار صادر، دار بیروت، بیروت ۱۹۵۶ء
- ۳۰۴ وضاحت کے لیے دیکھئے: تقریر نظام القرآن ص ۱۴۶ - ۴۶۳ ۳۰۵ ایضاً ص ۱۷۱/۱۴۶ ۳۰۶ جہرۃ اشعار العرب - ص ۳۴۱
- ۳۰۷ دیوان شعراء اثنی (مع شرح ابی العباس ثعلب) Messrs Luzac & Co., 46 Greet Russell Street, London. W.C. - 1928, P/102

- ۵۵۹ تدر قرآن - ۵۲۴/۸
۵۶۰ تدر قرآن - ۵۲۸/۸
۵۶۱ تدر قرآن - امین احسن اصلاعی - تاج کمینی - دہلی - باراول - ۱۹۸۹ء ۴۴/۹
۵۶۲ دیوان امر القیس ص ۱۳ ۵۶۳ ایضاً ص ۸۳ ۵۶۴ تدر قرآن - ۹۵/۹
۵۶۵ شعر انفساء (تحقیق و شرح: کرم البستانی) مکتبہ صادر، بیروت ۱۹۵۱ء ص ۱۷۱
۵۶۶ تدر قرآن - ۱۰۵/۹
الحسین بن احمد الزوزنی (الطبقة الثانیة - دار الکتب المصریة ۱۹۵۵ء - ص ۱۴۶
۵۶۸ دیوان امر القیس ص ۵۴ ۵۶۹ تدر قرآن - ۱۳۱/۹ ۵۷۰ ایضاً ۳۱۵/۹
۵۷۱ دیوان الحماسة ص ۱۴۱ (یہ شعر دیوان الحماسہ میں اس طرح مذکور ہے :
مسبل فی الحی احوی رفل واذا یغزو فسمیع ازل
۵۷۲ تدر قرآن - ۳۱۵/۹ ۵۷۳ دیکھئے راقم کا مضمون - مفردات القرآن :
ایک مطالعہ - فکر و نظر - مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ - ۱۹۹۶ء ۱/۳۳ ص ۱۳ - ۳۶
۵۷۴ تدر قرآن ۳۱۵/۹ ۵۷۵ اس سلسلے میں دیکھئے راقم کا مقالہ مفردات القرآن
۵۷۶ تدر قرآن - ۲۳۶/۹ ۵۷۷ دیوان النابغة الذبیانی - ص ۹۳
۵۷۸ تدر قرآن - ۵۰۲/۹ ۵۷۹ دیوان الحماسة ص ۲۰۶
۵۸۰ تدر قرآن - ۵۲۳/۵۲۲/۹ ۵۸۱ دیوان الحماسة ص ۱۹۵
۵۸۲ تفسیر نظام القرآن ص ۳۳۹ ۵۸۳ دیوان امر القیس ص ۲۷
۵۸۴ تفسیر نظام القرآن ص ۳۳۹ ۵۸۵ تفسیر نظام القرآن - ص ۳۴۵
۵۸۶ خمسہ دواوین العرب ص ۲۸ ۵۸۷ ایضاً ص ۲۸
۵۸۸ وضاحت کے لیے دیکھئے، تفسیر نظام القرآن ص ۳۸۳ - ۳۹۶
۵۸۹ ایضاً - ص ۳۹۲ ۵۹۰ ایضاً ۵۹۱ ایضاً ص ۳۸۹، ۳۸۷
۵۹۲ تدر قرآن ۴۳۲/۹ ۵۹۳ تفسیر نظام القرآن ص ۴۸۶
نوٹ: مضمون نگار نے تدر قرآن میں کلام عرب سے استنباد کے مسئلہ تمام اشعار نقل کرنے کی
بات کہی ہے لیکن چند مقامات ان سے چھوٹ گئے ہیں مثلاً ملاحظہ کیجئے البقرہ - ۱۸۲، بنی اسرائیل - ۸۹،
الحج: ۱۵، الفرقان: ۳۸، ق: ۲۹، قز: ۱۷ کی تفسیر کے تحت منقول اشعار (ادارہ)